حکمتِ سیّد مودودیؒ

اسلامی نظام، تبدیلیٔ قیادت، اصلاح معاشرہ اور انتخابات

(ادارہ)

(۱)

اگر فی الواقع ہمارے پیشِ نظر یہی مقصد ہے کہ یہاں ایک اسلامی ریاست قائم ہو، تو اس کے لیے اوّلین ضرورت بہر حال یہ ہوگی کہ ہم یہاں کے زیادہ سے زیادہ باشندوں کو اسلامی ریاست کے نظریے سے واقف، اور اس کا قائل، اور اس کا طالب بنانے کی کوشش کریں۔ اس کی ایک شکل تو یہ ہے کہ ہماری ایک اکیڈمی ہو جو اسلامی ریاست کے موضوع اور اس سے متعلق مسائل پر بہترین علمی کتابیں شائع کرے اور ہم سالہا سال کی کوشش سے علومِ سیاست و اجتماع میں اپنے نظریے کا سکہ جمادیں۔ دوسری شکل یہ ہے کہ جس وقت ہمارے ملک میں یہ سوال فیصلہ طلب ہو کہ ریاست کا نیا نظام کن بنیادوں پر تعمیر کیا جائے، اس وقت ہم میدان میں آکر عوام اور خواص سب کے سامنے اپنا نظریہ پیش کریں اور ہر ایک کو اس کی استعداد کے مطابق اسلامی ریاست کا محض تصور ہی نہ دیں بلکہ اسے اس کا قائل اور حامی اور طالب بنانے کی بھی کوشش کریں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان دونوں صورتوں کے درمیان جو شخص بھی موازنہ کر کے دیکھے گا اس کے لیے یہ ماننے کے سوا چارہ نہ ہوگا کہ ہمارے مقصد کے لیے دوسرا طریقہ زیادہ کارگر ہے۔ آپ ہزار کتابیں لکھ کر بھی اتنا کام نہیں کر سکتے جتنا اس صورت میں کر سکتے ہیں کہ جس وقت کوئی اہم مسئلہ

لوگوں کے سامنے درپیش ہو اس وقت میدان میں آکر اس مسئلے میں ان کو صحیح رہنمائی دیں۔ ایسے مواقع پر چند جملے بڑی بڑی کتابوں سے زیادہ کام کرتے ہیں اور ذہنوں میں اچھی طرح جذب ہو جاتے ہیں۔

(۲)

نظامِ سیاسی میں خود بخود تغیر ہو جانے اور قیادت کے آپ سے آپ بدل جانے کا عجیب و غریب تخیل تو میری فہم سے بالکل ہی بالاتر ہے۔ معاملہ اگر بخت و اتفاق کا ہو تو آدمی ہر حادثے کے ظہور کو ممکن مان سکتا ہے۔ لیکن جہاں معاملہ مطلوب نتائج کے حصول کا ہو، میری ناقص فہم میں کسی نتیجۂ مطلوب کا بھی خود بخود برآمد ہو جانا ممکن نہیں ہے، جب تک کہ انسان بالارادہ اس کے لیے کوشش نہ کرے اور خاص طور پر اُن تدابیر کو استعمال نہ کرے جو اُس مخصوص نتیجے کے لیے عقل اور فطرت اور دنیا کے تجربات کی رُو سے ضروری ہیں۔ آپ اگر کسی قلعہ کو مسخر کرنا چاہتے ہوں تو بلاشبہ قلعہ شکن آلات فراہم کرنا، حملہ آور فوجوں کو تیار کرنا، لوگوں میں اس کی تسخیر کی خواہش پیدا کر دینا، سب کچھ اس کے لیے ضروری ہے۔ لیکن یہ خیال کرنا کہ اس کام کے یہ مقدمات جب جمع ہو جائیں گے تو قلعہ خود ٹوٹ جائے گا یا قلعہ پر جو لوگ قابض ہیں وہ خود ایک روز آکر اُس کی کنجیاں حوالے کر دیں گے، محض تخیل کی بلند پروازی ہے۔ قلعہ تو جب بھی مسخر ہوگا اسی طرح ہوگا کہ جو لوازم اور مقدمات اس کی تسخیر کے لیے آپ نے فراہم کیے ہیں اُن کو عملاً اس کام میں استعمال بھی کریں۔ جو خواہش آپ نے اس کو مسخر کرنے کے لیے لوگوں میں پیدا کی ہے اسے واقعی تسخیر کے راستے پر لگائیں بھی۔ جو آلات آپ نے قلعہ کے سامنے لاکر جمع کر دیے ہیں ان سے فی الواقع قلعہ شکنی کا کام بھی لیں۔ اور جو فوجیں آپ نے تیار کی ہیں انہیں لے کر حملہ آور بھی ہوں اور اہلِ قلعہ سے زور آزمائی بھی کریں۔ یہ کام اگر سرے سے آپ کی اسکیم ہی میں نہ ہو، بلکہ پہلے ہی سے دنیا کو یہ معلوم ہو کہ آپ "تیاریاں" کرنے اور خواہشات اُبھار دینے سے آگے کچھ کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے اور قلعہ پر حملہ آور ہونا

آپ کے پروگرام ہی سے خارج ہے تو میں نہیں سمجھتا کہ وہ سادہ لوح حریف آپ کو دنیا میں کہاں ملیں گے جو کسی وقت قلعہ خود بخود چھوڑ بھاگنے پر تیار ہو جائیں گے۔ بلکہ میرے علم میں تو ایسی سیدھی سادھی آبادی بھی دنیا میں کسی جگہ نہیں پائی جاتی جو ان خالی خولی تیاریوں کے کام میں سنجیدگی کے ساتھ آپ سے تعاون کرے گی اور آپ کے ابھارے کوئی خواہش اس کے اندر تسخیرِ قلعہ کے لیے اُبھر سکے گی۔

(۳)

تین حقیقتیں واضح طور پر آپ کی نگاہ میں رہنی چاہئیں:

پہلی یہ کہ آپ اس ملک میں اسلامی نظامِ زندگی عملاً قائم کرنا چاہتے ہیں اور اس کے لیے قیادت کی تبدیلی ناگزیر ہے۔

دوسری یہ کہ آپ جس ملک میں کام کر رہے ہیں وہاں ایک آئینی و جمہوری نظام قائم ہے اور اس نظام میں قیادت کی تبدیلی کا ایک ہی آئینی راستہ ہے — انتخابات۔

تیسری یہ کہ ایک آئینی و جمہوری نظام میں رہتے ہوئے تبدیلیٔ قیادت کے لیے کوئی غیر آئینی راستہ اختیار کرنا شرعاً آپ کے لیے جائز نہیں ہے، اور اسی بنا پر آپ کی جماعت کے دستور نے آپ کو اس امر کا پابند کیا ہے کہ آپ اپنے پیشِ نظر اصلاح و انقلاب کے لیے آئینی و جمہوری طریقوں ہی سے کام کریں۔

(۴)

کوئی ایسا شخص جو "اصلاح معاشرہ" کا محض لفظ ہی نہیں، بلکہ اس کے معنی بھی جانتا ہو، اُن اثرات کو نظر انداز نہیں کر سکتا جو انتخابات سے معاشرے پر پڑتے ہوں۔ خصوصیت کے ساتھ جس ملک کے نظامِ انتخابات میں رائے دہندگیٔ بالغان کا اُصول رائج ہو، وہاں تو ووٹر اور معاشرہ درحقیقت ایک ہی چیز کے دو نام ہیں، کیونکہ معاشرے کا ہر بالغ شخص اس میں ووٹر ہوتا ہے۔ اِن ووٹروں سے اگر روپے کے عوض ووٹ خریدے جائیں،

یا طرح طرح کے دباؤ ڈال کر، یا لالچ دے کر ان کے ووٹ حاصل کیے جائیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ کے گرد و پیش ایک ضمیر فروش، لالچی اور ڈرپوک معاشرہ تیار ہو رہا ہے، اور ساتھ کے ساتھ اسی معاشرہ میں اُن دلالوں، غنڈوں اور بدکردار طالبینِ اقتدار کی تربیت بھی ہو رہی ہے جو اپنی قوم کی اخلاقی کمزوریوں سے ناجائز فائدہ اُٹھانے والے ہوں۔ دوسری طرف اگر ان ووٹروں سے برادریوں اور قبیلوں اور صوبوں کے نام پر بھی ووٹ لیے جائیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے معاشرہ کو تنگ نظری، جاہلانہ تعصبات اور افتراق و انتشار کی تربیت بھی دی جارہی ہے کہ اپنی ذاتی ترقی کے لیے وہ یہ ہتھکنڈے استعمال کریں۔ تیسری طرف اگر ووٹروں سے روٹی اور کپڑے کے نام پر، معاشی مفادات کے نام پر، یا کچھ دوسرے لادینی اُصولوں اور نظریات کی تبلیغ کر کے بھی ووٹ لیے جائیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے پورے معاشرے کو، اس کے ایک ایک بالغ مرد اور عورت کو مادہ پرستی، دنیا پرستی اور لادینی نظریہ حیات کے حق میں رائے دینے کے لیے بھی تیار کیا جارہا ہے۔

انتخابات میں یہ تینوں قسم کے عناصر معاشرے کے اندر سے اپنا اپنا حصہ لیں گے اور انتخابات کا نتیجہ ٹھیک ٹھیک ناپ تول کر آپ کو بتادے گا کہ اُن میں سے ہر ایک نے اس کو کس قدر بگاڑنے میں کامیابی حاصل کی ہے۔ اِن عناصر کو اس تخریبِ معاشرہ کے لیے کھلی چھٹی دے دینا اور یہ کہنا کہ ہم تو انتخابات کو چھوڑ کر صرف اصلاحِ معاشرہ کریں گے، آخر کیا معنی رکھتا ہے؟

اصلاحِ معاشرہ سے اگر آپ کی مراد معاشرے کو اسلامی نظامِ زندگی قائم کرنے کے لیے تیار کرنا ہے تو ووٹر کو صحیح انتخاب کے لیے تیار کرنا اس کے دائرہ عمل سے خارج کیسے ہوسکتا ہے؟ اور یہ کام کیے بغیر کس طرح ممکن ہے کہ آپ کا معاشرہ کبھی فاسد قیادتوں کو ہٹا کر کوئی صالح قیادت برپا کرنے کے قابل ہوسکے؟ آپ کو اس کے لیے ووٹر کی اخلاقی قدریں بدلنی ہوں گی۔ اسے اسلامی نظام سے روشناس کرانا ہوگا۔ اس میں اسلامی نظام کی طلب پیدا کرنی ہوگی۔ اس کو صالح اور غیر صالح کی تمیز دینی ہوگی۔ اس کو یہ احساس دلانا ہوگا کہ اس ملک کی بھلائی اور بُرائی کا واحد ذمہ دار براہِ راست

وہ خود ہے۔ اس میں اتنی اخلاقی طاقت اور سمجھ بوجھ پیدا کرنی ہوگی کہ نہ دھن کے عوض اپنا ووٹ بیچے، نہ دھونس میں آکر اپنے ضمیر کے خلاف کسی کو ووٹ نہ دے، نہ دھوکا دینے والوں کے دھوکے میں آئے اور نہ دھاندلیوں سے بد دل کر گھر بیٹھ رہے۔ یہی کام تو ہم انتخابات میں حصہ لے کر کرنا چاہتے ہیں۔ کیا کوئی صاحبِ عقل آدمی یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ اصلاحِ معاشرہ کا کام نہیں ہے؟ اور کیا کسی دانش مند کا یہ خیال ہے کہ اپنے ملک کے ووٹروں کو اس حیثیت سے تیار کیے بغیر یہاں کبھی انقلابِ قیادت ہو سکے گا؟

انتخابات سے الگ رہ کر آپ معاشرے کی اصلاح کے لیے جو تدبیریں اختیار کریں گے وہ لوگوں کے عقائد، طرزِ فکر، اخلاق، عادات اور معاملات کو دوسرے تمام پہلوؤں سے تو ضرور سنوار سکیں گی، مگر ان کے ذہن اور اخلاق کا یہ خاص پہلو کہ وہ اپنے ملک کی زمامِ اقتدار کس کو سونپنا پسند کرتے ہیں، اور فاسد قیادتوں کے مقابلے میں صالح قیادت کو اُوپر لانے کے لیے کتنے عزم و جزم سے کام لیتے ہیں۔ اس کی اصلاح و تربیت انتخابات کے سوا کسی دوسرے ذریعے سے نہیں کی جا سکتی اور ظاہر ہے کہ انقلابِ قیادت کے معاملے میں فیصلہ کن چیز افرادِ معاشرہ کے ذہن و اخلاق کا یہی پہلو ہے۔

(۵)

آپ خود ذرا غور کر کے دیکھیں۔ یہ انتخابی ہتھکنڈے جو سیاسی پارٹیاں استعمال کرتی ہیں، اور جن کے استعمال میں زمامِ کار کے موجودہ مالک طاق بھی ہیں اور بے باک بھی، کیا آپ سمجھتے ہیں کہ یہ خود بخود متروک ہو جائیں گے، کیا آپ کا خیال یہ ہے کہ رفتہ رفتہ یہ لوگ آپ ہی اتنے نیک ہو جائیں گے کہ ان ہتھکنڈوں کے استعمال سے انہیں شرم آنے لگے گی؟ اور کیا آپ زمامِ کار کی تبدیلی کے لیے اُس ساعتِ سعید کا انتظار کرنا چاہتے ہیں جب مقابلہ صرف شریف آدمیوں سے رہ جائے اور بُرے لوگ میدان سے ہٹ جائیں؟

اگر یہ آپ کی اُمیدیں ہیں، اور یہ وہ شرطیں ہیں جن کے پورا ہونے پر ہی آپ قیادت بدلنے کے اس واحد آئینی وسیلہ سے کام لے سکتے ہیں، تو مَیں نہیں سمجھتا کہ کبھی آپ کی یہ اُمیدیں اور شرطیں پوری ہوں گی۔ اور آپ اس کارِخیر کے لیے آگے بڑھ سکیں گے۔ تبدیلی قیادت کے لیے آپ واقعی کچھ کرنا چاہتے ہیں تو اس کی صورت صرف یہ ہے کہ اس گندے کھیل میں پاکیزگی کے ساتھ آئیے۔ تمام بُرے ہتھکنڈوں کا مقابلہ صحیح طریقوں سے کیجیے۔ جعلی ووٹوں کے مقابلے میں اصلی ووٹ لائیے۔ دھن سے ووٹ خریدنے والوں کے مقابلے میں اُصول اور مقصد کی خاطر ووٹ دینے والے لا کر دکھائیے۔ دھوکے اور فریب اور جھوٹ سے کام لینے والوں کے مقابلے میں سچائی اور راست بازی کا مظاہرہ کیجیے۔ دھونس اور زبردستی سے ووٹ لینے والوں کے مقابلے میں ایسے ووٹر پیش کیجیے جو بے خوف ہو کر اپنے ضمیر کے مطابق ووٹ دیں۔ دھاندلیوں کے مقابلے میں مطیعہ ایماندارانہ برت کر دکھائیے۔ ایک دفعہ نہیں، دس دفعہ ناکامی ہو تو ہو۔ آپ کوئی تبدیلی یہاں لا سکتے ہیں تو اسی طریقے سے لا سکتے ہیں۔ اسی طرح آخر کار وہ وقت آئے گا جب کہ سارے ہتھکنڈوں کے باوجود غلط کار لوگ شکست کھا جائیں گے۔ اسی طرح یہاں کے انتخابی نظام کی بُرائیاں بے نقاب ہوں گی۔ اسی طرح اِن بُرائیوں کے خلاف عام نفرت اور بیزاری پیدا کی جا سکے گی۔ اسی طرح انتخاب کے طریقوں کی اصلاح کا راستہ کُھلے گا۔

(۶)

پارلیمنٹری نظام میں ایک پارٹی کی طاقت صرف اس کے ممبروں کی تعداد کے مطابق ہی نہیں ہوا کرتی۔ متعدد پارٹیوں کے ایوان میں بارہا ایسا ہوتا ہے کہ توازنِ قوت ایک قلیل التعداد گروہ کے ہاتھ میں آجاتا ہے۔ ابن الوقت اور غرض پرست گروہ ایسے مواقع کو سودے بازی کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی منظم گروہ وہاں موجود ہو جو اپنے سامنے ایک بلند مقصد رکھتا ہو اور صرف اپنے مقصد ہی کی خاطر اختلاف اور

اتفاق کرسکتا ہو، تو وہ قلیل التعداد ہونے کے باوجود بڑی بڑی پارٹیوں سے اپنی بات منوا سکتا ہے، اور اس کی متعدد مثالیں آپ خود اپنے ملک میں دیکھ چکے ہیں۔ پاکستان میں اس وقت سیاسی پارٹیوں کے جو رنگ ڈھنگ ہیں، اور اسمبلیوں میں پہنچ کر وہ جس طرح آپس میں اقتدار کے لیے کشمکش، اور ایک دوسرے کے خلاف جوڑ توڑ کرتی ہیں، اس کو دیکھتے ہوئے میں سمجھتا ہوں کہ مضبوط سیرت رکھنے والے چند آدمیوں کا ایک چھوٹا سا بلاک بھی اگر ان کے درمیان موجود ہو تو وہی ان سب پر حکمرانی کرسکتا ہے۔

(اقتباسات از تحریکِ اسلامی کا آئندہ لائحہ عمل)

الحسنات ڈائجسٹ

کا

شمارہ جنوری فروری ۱۹۸۵ء "نظام الصلوٰۃ نمبر" شائع ہوگیا ہے۔ یہ نمبر ہر اعتبار سے ناظمینِ صلوٰۃ کے لیے ایک گائیڈ بک کا کام دے گا۔

نئے خریداروں کو ۴۰/- روپے سالانہ قیمت میں ہی دیا جائے گا۔ ایجنٹ حضرات اور خریدار آج ہی آرڈر دیں۔

ضخامت: ۲۵۶ صفحات قیمت: ۱۰/- روپے

مینیجر الحسنات

منصورہ، ملتان روڈ۔ لاہور